1

(سورۃ الصّف کی آیات نمبر 7-1 ترجمہ وتشریح، حدیث تصور مسولیت، روزمحشر ہونے والا محاسبہ، نہی عن المنکر کی تلقین کا ترجمہ وتشریح)

نصاب میں شامل سورۃ الصّف کی آیات کا ترجمہ وتشریح

☆۔ **سورہ الصّف کا تعارف:** یہ مدنی سورت اٹھاسویں پارے میں ہے اس کی چودہ آیات اوردو رکوع ہیں، سورت کا نمبر 61 ہے۔اس سورت کی آیت نمبر چار میں مجاہدین کی صفوں کی تعریف کرتے ہوئے لفظ ''الصّف'' استعمال ہوا ہے اوراسی سے سورت کا نام رکھ دیا گیا ہے۔ یہ مکمل سورت نصاب میں ''تفکر وتدبر، بشارت بعثت ختم المرسلین، دعوت واقامت دین'' کے عنوانات کی مناسبت سے شامل ہے۔

سورۃ الصّف | آیت نمبر:01

سَبَّحَ	لِلّٰهِ	مَا فِى السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِى الْاَرْضِ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ
تسبیح کرتی ہے	اللہ کے لیے	جو چیز آسمانوں میں	اور جو چیز زمین میں ہے	نہایت غالب	خوب حکمت والا ہے۔

سلیس اردو ترجمہ:

آسمانوں اور زمین میں جو مخلوقات ہے وہ اللہ کی تسبیح کررہی ہے اور وہ غالب، حکمت والا ہے

تفسیر وتشریح:

آسمانوں اور زمین میں بسنے والے تمام حیوانات اور جمادات اپنے اپنے انداز سے اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔اللہ تعالی کی ذات کو ہر چیز پر غلبہ اور فوقیت حاصل ہے اور باحکمت ذات ہے۔

سورۃ الصّف | آیت نمبر:2,3

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِمَ	تَقُوْلُوْنَ	مَا لَا تَفْعَلُوْن
اے	لوگو!	ایمان لائے ہو	کیوں	تم کہتے ہو	جو نہیں تم کرتے

كَبُرَ	مَقْتاً	عِندَ اللّٰهِ	أَنْ	تَقُوْلُوْا	مَا لَا تَفْعَلُوْن
بڑی ہے	بااعتبار ناراضگی کے	اللہ کے نزدیک	یہ کہ	تم کہو	وہ جو نہیں تم کرتے

سلیس اردو ترجمہ:

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے ہاں یہ سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم کرتے نہیں۔

تفسیر و تشریح:

ان آیات کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ انسان دوسروں کو ایسی باتوں کی نصیحت کرے جن پر وہ خود عمل نہ کرتا ہو، مثلاً دوسروں کو اور بالخصوص اپنی اولاد کو یہ نصیحت کرے کہ سچ بولنا بہت اچھی عادت ہے لہذا ہمیشہ سچ بولا کرو، لیکن خود ان سے ایسی باتیں کہے جن سے اس کا جھوٹ واضح ہو جائے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایسی شیخیاں مت مارو جن پر تم عمل پیرا ہو ہی نہیں سکتے، انسان کے قول و فعل کا تضاد بہت بری خصلت ہے۔ جس سے انسان لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے اور اللہ تو ایسی بات کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے لیکن اس کو نباہنا آسان نہیں ہوتا لہذا جو بات کرو سوچ سمجھ کر کرو۔

واضح رہے کہ ان آیات میں قول و فعل کے تضاد کو ختم کرنے کا کہا گیا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معاملے میں خود عمل پیرا ہونے کی ترغیب بھی دی گئی ہے کہ جیسے اچھے کام کرنے کا دوسروں کو کہتے ہو ویسے خود بھی کرو اور جیسے برے کاموں سے دوسروں کو رکنے کا کہتے ہو تو خود بھی باز آ جاو۔ آیت بالا کا یہ مطلب نہیں کہ اگر تم خود اچھے کام نہیں کرتے تو دوسروں کو اچھے کام کرنے کا نہیں کہہ سکتے۔

مذکورہ آیات میں بالخصوص بدعمل خطباء، علماء، واعظین، مبلغین اور اساتذہ کرام کے لئے بھی نصیحت موجود ہے۔ کہ ہمیں اپنے اقوال و اعمال میں تضاد کی بجائے یکسانیت پیدا کرنی چاہیے تا کہ لوگوں میں ہماری نصیحت کا اثر ہو۔ اور اخروی بدعملی کی سزا سے بھی بچ سکیں۔

سورۃ الصف	آیت نمبر: 04

إِنَّ اللّٰهَ	يُحِبُّ	الَّذِيْنَ	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ سَبِيْلِهٖ	صَفّاً

بلاشبہ اللہ	پسند کرتا ہے	ان لوگوں کو جو	لڑتے ہیں	اس کی راہ میں	صف بستہ
كَأَنَّهُم	بُنيَانٌ	مَّرصُوصٌ			
گویا کہ وہ	ایک عمارت ہیں	سیسہ پلائی ہوئی			

سلیس اردو ترجمہ:

اللہ یقیناً ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں جیسے کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

تفسیر وتشریح:

یہ ارشاد الٰہی ایک تو عام حکم کا درجہ رکھتا ہے کہ قول وفعل کا تضاد اللہ کے ہاں سخت ناپسندیدہ چیز ہے اور اس کا خصوصی پہلو یہ ہے کہ مکی زندگی کے دوران جبکہ مسلمانوں کو صرف صبر اور برداشت کا حکم تھا کئی مسلمان یہ آرزو کرتے تھے کہ انہیں کافروں سے لڑنے کی اجازت ملنی چاہئے اور اگر ہمیں یہ اجازت مل جائے تو ہم کافروں کو تہس نہس کر دیں۔ مگر جب اجازت مل گئی تو بعض لوگ یوں کہنے لگے کہ پروردگار! ہم پر قتال کو فرض کرنے کی اتنی بھی کیا جلدی پڑی تھی۔

قول وفعل میں اس قدر تضاد اللہ کو سخت ناپسند ہے اور جو بات اللہ کو پسند ہے وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جہاد کے لئے اللہ تعالی نے اس آیت میں تین شرطیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ جہاد محض اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ہو، کوئی دوسری غرض اس سے وابستہ نہ ہو، دوسرے یہ کہ دشمن کے سامنے اس طرح صف بندی کی جائے کہ اس میں کوئی رخنہ باقی نہ رہنے پائے۔ تیسرے یہ کہ تمہارے پائے ثبات میں کسی طرح کی لغزش نہ آنے پائے۔ اور اپنی جگہ پر اس قدر جم کر مضبوطی سے کھڑے ہو کہ یوں معلوم ہو، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

سورۃ الصّف	آیت نمبر:05

وَإِذ قَالَ مُوسٰى	لِقَومِهِ	يَا قَومِ	لِمَ تُؤذُونَنِي	وَقَد تَّعلَمُونَ	أَنِّي
اور جب کہا موسی نے	اپنی قوم سے	اے میری قوم	کیوں تم ایذا دیتے ہو مجھے	حالانکہ تحقیق تم جانتے ہو	بلاشبہ میں

رَسُولُ اللّٰهِ	اِلَيۡكُمۡ	فَلَمَّا	زَاغُوۡا	اَزَاغَ اللّٰهُ	قُلُوۡبَهُمۡ
اللہ کا رسول ہوں	تمہاری طرف	پس جب	وہ ٹیڑھے ہو گئے	تو ٹیڑھے کر دیا اللہ نے	ان کے دل

وَاللّٰهُ	لَا يَهۡدِىۡ	الۡقَوۡمَ	الۡفٰسِقِيۡنَ		
اور اللہ	نہیں ہدایت دیتا	قوم	فاسق/نافرمان		

سلیس اردو ترجمہ:

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں دکھ پہنچاتے ہو حالانکہ تم جان چکے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں۔

تفسیر وتشریح:

تمام انبیاءؑ کو اپنے مخالفین اور دشمنوں سے دکھ اور مصائب پہنچتے ہی رہے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ قابل افسوس بات یہ ہوتی ہے کہ اپنے ہی لوگ دکھ پہنچانے لگیں۔ اس سلسلہ میں سیدنا موسیٰؑ کی قوم نے سیدنا موسیٰؑ کو جس قدر پریشان کیا اور دکھ پہنچایا تھا۔ شاید ہی کسی دوسری قوم نے پہنچایا ہو۔ حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا بلکہ یقین تھا کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

☆۔ سیدنا موسیٰؑ نے انہیں اللہ کے حکم کے مطابق ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو طرح طرح کے سوال کر کے آپ کو پریشان کیا، ☆۔ فرعون سے نجات پا کر آگے روانہ ہوئے ہی تھے کہ ایک قوم کو بت پوجتے دیکھ کر کہنے لگے: موسیٰ! ہمیں بھی اس طرح کا ایک بت بنا دو۔ جس کی ہم پوجا کیا کریں۔ ☆۔ میدان تیہ میں ان کو بلا مشقت من وسلوی مل رہا تھا تو کہنے لگے: موسیٰ! ہم تو یہ غذا کھا کر تنگ آ گئے ہیں اور جی بھر گیا ہے، لہذا اب سبزیاں اور دالیں کھانا چاہتے ہیں۔ ☆۔ سیدنا موسیٰؑ کتاب تورات لے کر آئے تو کہنے لگے۔ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ واقعی اللہ کی طرف سے ہی نازل شدہ کتاب ہے۔ ہم تو جب تک واضح طور پر اللہ کو دیکھ نہ لیں یہ کتاب ماننے کو تیار نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اپنے نبی کی شان میں گستاخیاں کرتے کرتے اور دکھ پہنچاتے پہنچاتے ان کی فطرت ہی کچھ ایسی ٹیڑھی بن چکی تھی کہ کسی حکم کو بھی وہ سچے ایمانداروں کی طرح تسلیم کر لینے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ بلکہ اس میں مین میخ نکال کر اس کا کچھ الٹا ہی مطلب نکال لیتے تھے۔ پھر جب انہوں نے کج روی کی راہ

اختیار کی تو اللہ نے بھی انہیں اسی راہ پر ڈال دیا۔ کیونکہ اللہ کا یہ دستور نہیں کہ وہ ٹیڑھی راہ اختیار کرنے والوں کو زبردستی سیدھی راہ پر ڈال دے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس دنیا میں انسان کی آزمائش کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

سورۃ الصّف	آیت نمبر:06

وَإِذْ	قَالَ	عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ	يٰبَنِىْٓ إِسْرَائِيْلَ	إِنِّىْ	رَسُوْلُ اللّٰهِ
اور جب	کہا	عیسی بن مریم	اے بنو اسرائیل	بیشک میں	اللہ کا رسول
إِلَيْكُم	مُّصَدِّقاً	لِّمَا	بَيْنَ يَدَىَّ	مِنَ التَّوْرَاةِ	وَمُبَشِّراً
تمہاری طرف	تصدیق کرنے والا	اس (کتاب) کی جو	مجھ سے پہلے	(یعنی) توراۃ	اور بشارت دینے والا
بِرَسُوْلٍ	يَأْتِىْ	مِنْ بَعْدِىْ	اسْمُهُ	أَحْمَدُ	فَلَمَّا
ایک رسول کی	جو آئے گا	میرے بعد	اس کا نام	احمد	پھر جب
جَاءَهُم	بِالْبَيِّنَاتِ	قَالُوْا	هٰذَا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ
وہ (رسول) آیا ان کے پاس	واضح دلیلوں کے ساتھ	تو انھوں نے کہا	یہ	جادو	ظاہر

سلیس اردو ترجمہ:

اور جب عیسی ابن مریم نے کہا، اے بنی اسرائیل! میں یقیناً تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی۔ اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔ پھر جب وہ رسول واضح دلائل لے کر ان کے پاس آ گیا تو کہنے لگے یہ تو واضح جادو ہے۔

تفسیر وتشریح:

آیت بالا کہ پہلے جملہ میں حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے حوالے سے بات ہو رہی ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کا بنی اسرائیل میں سے ہونا اور پھر بنی اسرائیل ہی کی طرف

نبی بن کر آنا اور مزید یہ کہ بنی اسرائیل کے مشہور نبی سیدنا موسیٰ پر نازل ہونے والی کتاب کی تصدیق کرنا یہ کوئی عام باتیں نہیں۔ بلکہ یہ اس بات کی پیشین گوئی ہے کہ نبیوں کے سلسلہ ہی سے ان کا بھی تعلق ہے۔

آیت کے دوسرے جملے میں حضرت عیسیٰ کا اپنے بعد آنے والے نبی حضرت محمد ﷺ کی پیشین گوئی دینا بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اور یہ ان کی اپنی امت یعنی عیسائیت کے لئے بھی قابل فکر بات ہے کہ جس امت کا نبی اپنے بعد آنے والے رسول کی کی پیشین گوئی دے گیا کہ میرے بعد احمد نامی ایک رسول آئے گا تو تم سب نے اس پر ایمان لانا ہے اور اس کی پیروی کرنی ہے۔

حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی اور فیصلہ الٰہی کے تحت جیسے ہی حضرت محمد ﷺ کی بحیثیت رسول شہرت ہوئی تو عیسائیت اور یہودیت کے بہت سے لوگوں نے واضح دلائل ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کے متعلق کہنے لگ گئے کہ یہ تو کوئی واضح جادوگر ہے۔

سورۃ الصّف	آیت نمبر: 07

وَمَنْ	أَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرَى	عَلَى اللّٰهِ	الْكَذِبَ
اور کون	بڑا ظالم ہے	اس سے	باندھ لے	اللہ پر	جھوٹ

وَهُوَ	يُدْعٰى	إِلَى الْإِسْلَامِ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ
اور وہ	بلایا جاتا ہے	اسلام کی طرف	اور اللہ تعالی	نہیں ہدایت دیتا	ظالم قوم کو

سلیس اردو ترجمہ:

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے، جب کہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر وتشریح:

اگر آیت کو اپنے سادہ مفہوم میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ سب سے بڑا ظالم ہے اب اللہ پر جھوٹ کئی انداز سے باندھا جاتا ہے مثلاً: اللہ نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا ہے کہ میری اولاد نہیں ہے تو عیسائی، یہودی یا کوئی بھی مشرک اللہ کی اولاد ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بول کر لوگوں کو گمراہ کرے گا تو یہ اللہ پر جھوٹ ہے، اسی طرح اللہ نے جنت، جہنم

اور آخرت کا ذکر فرمایا اور کوئی بندہ ان کا انکار کرے اور احکام الٰہی کی تاویلات کرے تو وہ بھی اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے، اللہ نے فرشتوں اور جنوں کو وجود بخشا ہے اب کوئی ان کے وجود کا انکار کرتے ہوئے تاویل کرے تو وہ بھی اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے وغیرہ۔

آیت کو اگر خاص مفہوم میں لیا جائے تو پھر اس آیت کے پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جب عیسائیوں کے سامنے حضرت عیسیٰؑ کی اس بشارت کا ذکر کیا جو آپؑ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کے حوالے سے کی تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور مزید فرمایا کہ اللہ نے تو حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنایا ہے پھر اللہ نے اس آیت میں ان کے اس جھوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو اسلام کی طرف بلایا گیا ہے مگر انہوں نے اللہ پر بھی جھوٹ باندھ دیا ہے۔

حدیث نمبر:03 عنوان: قیامت کے پانچ سوال

عَنِ	ابْنِ مَسْعُوْدٍ	عَنِ النَّبِيِّ	لَا تَزُوْلُ	قَدَمَا	اِبْنِ آدَمَ
حضرت	مسعود کا بیٹا	نبی ﷺ سے	نہیں حرکت کریں گے	دونوں پاوں	آدم کے بیٹے کے
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ	حَتّٰى يُسْئَلَ	عَنْ خَمْسٍ	عَنْ عُمُرِهٖ	فِيْمَا	اَفْنَاهُ
قیامت کے دن رب کے پاس	یہاں تک کہ سوال کیا جائے	پانچ چیزوں کے متعلق	اس کی عمر کے بارے	کہاں	اس کو ختم کیا
وَعَنْ شَبَابِهٖ	فِيْمَا	اَبْلَاهُ	وَعَنْ مَالِهٖ	مِنْ	اَيْنَ
اور جوانی کے بارے	کہاں	بوسیدہ کیا	اور مال کے بارے	سے	کہاں
اِكْتَسَبَهٗ	وَفِيْمَا	اَنْفَقَهٗ	وَمَاذَا	عَمِلَ	فِيْمَ عَلِمَ
اس کو کمایا	اور کہاں	اس کو خرچ کیا	اور کتنا	عمل کیا	جو جانتا تھا

سلیس اردو ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ: قیامت کے دن آدم کا بیٹا اپنے رب کے سامنے سے دونوں پاؤں نہیں ہٹا سکے گا، یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق پوچھ نہ لیا

جائے :اس کی عمر کے بارے کہ اس کو کہاں ختم کیا ہے،اوراس کی جوانی کے بارے کہ کہاں بوسیدہ کیا ہے،اور مال کے بارے کہ کہاں سے کمایا ہے اور کہاں خرچ کیا ہے اور علم کے مطابق عمل کتنا کیا ہے۔
(السنن الترمذی،حدیث نمبر:2416)

تشریح:

اس حدیث میں قیامت کے دن کیئے جانے والے پانچ سوالوں کے متعلق بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالی قیامت والے دن ہر انسان (مردوعورت) سے پانچ سوال کرے گا جس پر اس انسان کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار ہوگا وہ یہ ہیں: مجموعی عمر کے متعلق سوال ہوگا کہ کیسے گزاری ہے؟، پھر دوسرا سوال جوانی کے متعلق ہوگا کہ اس کو کیسے گزارا ہے؟، تیسرا سوال ذرائع آمدن کے بارے ہوگا؟، چوتھا سوال یہ ہوگا کہ جو تیرے پاس مال تھا اس کو خرچ کہاں کیا؟، پانچواں سوال یہ ہوگا کہ علم کے مطابق عمل کتنا کیا؟

☆۔ پہلاسوال: مجموعی عمر کیسے گزاری؟:

انسانی عمر کے بہت سے اہم مراحل ہیں جس میں بچپن،لڑکپن، جوانی، بڑھاپا وغیرہ شامل ہیں مگر یہ تمام مراحل بے مقصد اور اپنی مرضی سے گزارنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہر مرحلہ بہت اہم ہے اس لئے ان پانچ سوالوں میں سے پہلا سوال مجموعی عمر کے بارے ہوگا،عمر کم ہو یا زیادہ وہ اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اور اس خالق حقیقی نے اس عمر کو گزارنے کے لئے ہر دور میں کتاب اور پھر اعمال صالحہ کے نمونہ کے لئے رسول یا نبی کو مبعوث فرمایا تاکہ کل یہ کوئی بہانہ نہ کر سکے کہ ہمیں صراط مستقیم کا پتہ نہیں چل سکا اور ان مسائل پر عمل کرنا ناممکن تھا،ان تمام بہانوں کو اللہ نے پہلے ہی ختم فرمادیا۔

فرمان الہی کا ترجمہ ہے:''اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے''(الملک(67):2)

☆۔ دوسرا سوال: جوانی کہاں بسر کی؟:

مجموعی عمر کے بعد سب سے اہم حصہ جوانی کا ہے اس کے متعلق پھر سوال الگ سے کیا جائے گا اس لئے یہ حصہ سب سے زیادہ محتاط رہ کر گزارنا چاہئے کیونکہ اس دورِ شباب میں طاقت کا نشہ ہر نشے سے بڑھ کر ہے جس کی بدولت کبھی تو ظلم و جبر کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے غریبوں سے ان کی زندگی کا حق اور خوشیاں بھی چھین لی جاتی ہیں،کبھی تکبر اور فخر میں انسان ملوث ہو کر باقیوں کو حقیر سمجھنے لگ جاتا

ہے،کبھی معصیت و بغاوت کو اپنا حق سمجھ کر گزرتا ہے،الغرض اس عرصہ میں بے شمار صغیرہ و کبیرہ گناہوں میں انسان ملوث ہو جاتا ہے اس لئے یہ سوال ضروری ہے تا کہ شاید کسی نوجوان کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے اور وہ بغاوت و سرکشی سے تائب ہو کر عاجزی وانکساری والی زندگی گزارنے لگ جائے۔

☆۔ تیسرا سوال: ذرائع آمدن کیسے ہیں؟:

بعض دفع انسان دولت ہی کو سب کچھ سمجھنے لگ جاتا ہے اور اس کے حصول کے لئے جائز و ناجائز ہر دو طریقوں کو اپنانے لگتا ہے پھر کسب حلال کے درس کو بھول جاتا ہے،حقوق وفرائض کو بھول جاتا ہے، جائز و ناجائز کا فرق ختم کر دیتا ہے، حلال وحرام کی تمیز مٹا دیتا ہے، بس شب وروز کثرتِ دولت کا نشہ سوار رہتا ہے۔اس لئے قیامت کے دن یہ سوال کیا جانا ضروری ہے شاید کہ اسی سوال کے جواب سے ڈر کر انسان حلال ذرائع آمدن اختیار کر لے۔

☆۔ چوتھا سوال: خرچ کہاں کیا؟:

کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک مزدور صبح سے لے کر شام تک محنت ومزدوری کر کے حلال طریقے سے پیسے کما لیتا ہے مگر خرچ کرتے ہوئے کبھی تو اسراف وتبذیر سے کام لیتا ہے، کبھی حرام اور ناجائز چیز خرید لیتا ہے مثلاً شراب، افیون، سگرٹ، چرس وغیرہ، کبھی معصیت والے کام پر خرچ کر دیتا ہے مثلاً مووِیز وغیرہ دیکھ لیں، کبھی عیاشی کر لیتا ہے، تو یہ سوال اس اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے تا کہ انسان جب اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کر کے کمائی کرتا ہے تو پھر اس کی بغاوت میں خرچ نہیں کرنی چاہئے بلکے جہاں جہاں اس نے بتایا ہے وہاں ہی اس کی خوشی کے لئے خرچ کرنا چاہئے۔

☆۔ پانچواں سوال: علم کے مطابق عمل؟:

علم کے مطابق عمل کا سوال بھی بہت اہم ہے اس لئے کہ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس کے پاس جتنا علم ہے اس کو اتنا مکلّف ٹھہرا کر اسی حساب سے سوال کیا جائے، اور یہ سوال اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہر انسان کو اس بات کی فکر لگ جائے کہ جو کچھ وہ دین اسلام کے بارے جانتا ہے ان احکام ومسائل پر عمل ضروری ہے، ویسے بھی اللہ کی عدالت میں علم سے بڑھ کر عمل کی قدر و قیمت کی جائے گی، آج ہم سب حصول علم اور ڈگریوں کی خاطر تو بہت کچھ کر رہے ہیں مگر عمل کی طرف کوئی اہمیت نہیں ہے حالانکہ اس کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔

حدیث نمبر: 15 | عنوان: مسئولیت کا تصور

عَنْ	عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ	قَالَ	قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	اَلَا	کُلُّکُمْ
سے / حضرت	عبداللہ بن عمرؓ	کہا	فرمایا اللہ کے رسولؐ	خبردار / سنو	تم میں ہر ایک
رَاعٍ	وَ کُلُّکُمْ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ رَّعِیَّتِہٖ	فَالْاِمَامُ	اَلَّذِیْ
ذمہ دار ہے	اور تم میں ہر ایک	سوال کیا جائے گا	اپنی رعایا کے متعلق	پس حاکم وقت	جو
عَلَی النَّاسِ	رَاعٍ	وَھُوَ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ رَّعِیَّتِہٖ	وَالرَّجُلُ
لوگوں پر	ذمہ دار ہے	اور وہ	سوال کیا جائے گا	اپنی عوام کے متعلق	اور سربراہ فیملی
رَاعٍ	عَلٰی	اَھْلِ بَیْتِہٖ	وَھُوَ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ رَّعِیَّتِہٖ
ذمہ دار ہے	پر	اپنی فیملی کا	اور وہ	سوال کیا جائے گا	اپنی فیملی کے بارے
وَالْمَرْاَۃُ	رَاعِیَۃٌ	اِلٰی	بَیْتِ	زَوْجِھَا	وَوَلَدِہٖ
اور عورت	ذمہ دار ہے	کی / طرف	گھر	اپنے خاوند	اور اس کی اولاد
وَھِیَ	مَسْئُوْلَۃٌ	عَنْھُمْ	وَعَبْدُ الرَّجُلِ	رَاعٍ	اِلٰی
اور وہ	سوال کی جائے گی	ان کے بارے	اور نوکر / آدمی کا غلام	ذمہ دار ہے	کا / طرف
مَالِ عَبْدِہٖ	وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ	اَلَا	فَکُلُّکُمْ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ رَّعِیَّتِہٖ
مالک کے مال	پوچھا جائے گا	سنو / خبردا	تم میں سے ہر ایک	سوال کیا جائے گا	اپنی رعایا کے متعلق

سلیس اردو ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور ہر ایک جواب دہ ہے پس حاکم وقت جو لوگوں پر نگران ہے اس سے اپنی عوام کے بارے باز پرس ہوگی اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے ان کے بارے پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور بچوں کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بارے باز پرس ہوگی، اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کے بارے باز پرس ہوگی، خبردار تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور ہر ایک جواب دہ ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح:

اس حدیث میں نگرانی وحکمرانی کی مناسبت سے تنبیہ کی جارہی ہے کہ ہرنگران کو اپنے ماتحت کے حوالے سے بڑا محتاط رویہ رکھنا چاہیئے کیونکہ اس سے سوال کیا جائے گا کہ اس نے نگرانی کا حق اداء کیا ہے یا نہیں پھر ماتحت لوگوں سے اس کے سلوک کے متعلق پوچھا جائے گا۔

☆۔ حاکم وقت سے عوام کے متعلق سوال:

اس حدیث کے پہلا جملہ میں حاکم وقت سے اس کی عوام کے حوالے سے سوال کی بات کی جارہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حاکم وقت یعنی حکمرانوں کو اپنی عوام کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرنا چاہیئے، اپنی ذمہ داریوں میں کمی نہیں کرنی چاہیئے اورعوام کے حقوق کا پورا خیال کرنا چاہیئے تا کہ عوام حکمرانوں کے خلاف ہونے کی بجائے ان کے حق میں فیصلہ دے سکے۔

☆۔ سربراہِ فیملی سے فیملی کے بارے سوال:

اس جملہ میں سربراہِ فیملی کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنی فیملی اور خاندان کے متعلق کیسا سلوک کیا ہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق کا کس قدر خیال کیا ہے۔اس لئے ہمیں اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا اچھی طرح خیال کرنا چاہیئے۔

☆۔ بیوی سے بچوں کی تربیت اور گھر کی حفاظت کے متعلق سوال:

اس جملہ میں بیوی کی نگرانی کے حوالے سے بات کی جارہی ہے کہ اس کو چاہیئے کہ گھریلو معاملات اور بچوں کی تربیت کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح اداء کرے کیونکہ ان کے بارے اس سے سوال کیا جائے گا۔عصر حاضر میں بالخصوص خواتین کو اپنے خاوند کے گھر اور بچوں کی تربیت میں زیادہ نگرانی کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی سستی کی وجہ سے بے شمار مسائل جنم لے رہے ہیں۔

☆۔ نوکر سے اپنے مالک کی چیزوں کی حفاظت ونگرانی کا سوال:

حدیث کے اس آخری جملہ میں ملازموں اور نوکروں کے حوالے سے بھی اس نگرانی کی ذمہ داری کو نمایاں کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیر ذمہ دار نہ سمجھیں بلکہ ان سے بھی ان کی ذمہ داریوں کے حوالے سے سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث میں ہر سطح (حکومت، خاندان، گھر، ملازمت) کے مرکزی کردار کو اس بات کا احساس دلایا گیا ہے کہ وہ اگر چہ اپنی جگہ بہت بڑا افسر اور نگرانِ اعلی ہے مگر وہ اپنے سے بھی بڑے نگران

(اللہ جل شانہ) کی نظروں میں ہے اور اس کو اس کی عدالت میں پہنچ کر ہر چیز کا حساب دینا ہوگا اس لئے آج وقت ہے اپنی اصلاح کا اور پچھلی کمیوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگنے کا نیز آئندہ کی باقی ماندہ زندگی سے تائب ہو کر انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض کو اداء کرنے کا، لہذا ہمیں اپنی اصلاح کرتے ہوئے اپنے آپ کو حساب وکتاب کے لئے تیار کرنا ہوگا۔

حدیث نمبر:05 عنوان: حقوق العباد کی اہمیت؟

عَنْ	اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ	قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	اَتَدْرُوْنَ مَاالْمُفْلِسُ؟	قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ	فِیْنَا، مَنْ
حضرت	ابو ہریرہؓ نے کہا	فرمایا اللہ کے رسولؐ	کیا تم جانتے ہو، مفلس کون ہے	انہوں نے کہا: مفلس	ہم میں، جو
لَا دِرْهَمَ لَهٗ	وَلَا مَتَاعَ	فَقَالَ	اِنَّ الْمُفْلِسَ	مِنْ اُمَّتِیْ	مَنْ
نہیں درہم اس کے پاس	اور نہ سازو سامان	پس کہا	بیشک مفلس	میری امت سے	جو
یَّاْتِیْ	یَوْمَ الْقِیَامَةِ	بِصَلَاةٍ	وَصِیَامٍ	وَزَکٰوةٍ	وَیَاْتِیْ
آئے گا	قیامت کے دن	نماز	اور روزہ	اور زکوۃ	اور وہ آئے گا
قَدْ شَتَمَ	هٰذَا	وَاَکَلَ	مَالَ هٰذَا	وَسَفَکَ	دَمَ هٰذَا
کبھی گالی دی ہوگی	اس کو	اور کھایا	اس کا مال	اور بہایا	اس کا خون
وَضَرَبَ هٰذَا	فَیُعْطٰی هٰذَا	مِنْ حَسَنَاتِهٖ	وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ	فَاِنْ	فَنِیَتْ
اور اس کو مارا ہوگا	پس دیا جائے گا	اس کی نیکیوں سے	اور اس کی نیکیوں سے	پھر اگر	ختم ہوگئیں
حَسَنَاتُهٗ	قَبْلَ	اَنْ یُّقْضٰی	مَا	عَلَیْهِ	اُخِذَ
اس کی نیکیاں	پہلے	یہ کہ پورا ہوجائے	جو	اس کے ذمے ہے	لیا جائے گا

فِیُ النَّارِ	ثُمَّ طُرِحَ	عَلَیُہِ	فَطُرِحَتُ	خَطَایَا ھُمُ	مِنُ
آگ میں	پھر پھینک دیا جائے گا	اس پر	پس ڈال دیا جائے گا	ان کی خطائیں	سے

سلیس اردو ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ، ہم میں مفلس (غریب) وہ ہے جس کے پاس کوئی درہم نہ ہوں اور نہ ہی ساز و سامان ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک میری امت سے مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ (اس کے نامہ اعمال میں) نماز، روزہ اور زکوۃ (کا ثواب) اس کے ساتھ ہوگی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے کبھی کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر الزام لگایا ہوگا، اور کسی کا مال کھایا ہوگا، اور کسی کا خون بہایا ہوگا، اور کسی کو مارا ہوگا پھر اُن کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی، اس کو بھی نیکیاں دی جائیں گی، پھر اگر نیکیاں ختم ہوگئیں پہلے اس کے کہ جو کچھ اس کے ذمہ ہے اس کا فیصلہ ہو جائے، تو اُن کے گناہوں کو اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیا جائے گا پھر اس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (الصحیح المسلم، حدیث نمبر: 2581)

تشریح:

اس حدیث میں حقوق العباد کی مناسبت سے بہت اہم چیزوں کی نشاندہی کی جارہی ہے کہ:

☆۔ **مفلس کون ہے؟**

(اتدرون ما المفلس ؟ قالوا: المفلس فینا من لا درھم له ولا متاع)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے سوالیہ انداز میں صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ مفلس یعنی غریب کون ہے تو صحابہ کرامؓ نے کہا کہ جس کے پاس درہم اور ساز و سامان نہ ہو وہ غریب ہے اور واقعتاً دنیوی اعتبار سے معقول جواب تھا مگر آپ ﷺ کا سوال قیامت کے دن کی حقیقی غربت کے حوالے سے تھا جس کا پھر جواب آپ ﷺ نے خود ہی آگے دیا ہے۔

☆۔ **نیکیوں کا زوال اور خاتمہ:**

(فقال: ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکوة)

گزشتہ سوال کا جواب نبی ﷺ نے یوں دیا کہ میری امت سے مفلس وہ آدمی ہے جو قیامت

کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ کی نیکیاں لے کر آئے گا مگر حقوق العباد کی عدم ادائیگی کی وجہ سے یہ نیکیاں بھی جب ختم ہو جائیں گی تو اصل یہی غربت ہے۔

☆۔ گناہوں کا بوجھ:

(ویاتی قد شتم هذا.....وهذا من حسناته)

نیز مذکورہ سوال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے آدمی نے اس دنیوی زندگی میں کبھی کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو پیٹا ہوگا، تو ان جرائم کے عوض اب اس کی نیکیاں ان مظلوم لوگوں کو دی جائیں گی۔یعنی مزید گناہ بڑھنے لگ جائیں گے اور نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔

☆۔ جہنم کا ٹھکانہ بوجہ عدم ادائیگی حقوق العباد:

(فان فنيت حسناته قبل ان يقضى.... ثم طرح فى النار)

اس جملہ میں وضاحت سے اس بات کو دہرایا جا رہا ہے کہ اگر اس حقوق العباد کے غاصب انسان کی نیکیاں ختم ہو گئیں اس حالت میں کہ ابھی بدلہ لینے والے لوگ باقی رہتے ہوں تو پھر ان کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے اور بالآخر جب یہ نیکیاں لے کر آنے والا نیکیوں سے خالی ہو کر گناہوں کے بوجھ تلے دھب جائے گا تو اس کو گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صرف عبادات یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی نجات اخروی کی ضامن نہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ بندوں کے حقوق بھی اچھے طریقے سے ادا کئے جائیں۔اسلام میں عبادت کا تصور یہ ہے کہ اس کا مقصد تقوی پیدا کرنا ہے، اگر تقوی پیدا نہ ہو تو گویا عبادت کا مقصد حاصل نہ ہوا اور متقی شخص لازماً حقوق العباد احسن طریقے سے ادا کرتا ہے۔